خدا کا فرمان اور ہم

(الحاج مولانا ابو الخیر محمد خیر اللہ صاحب خیرؔ ورنگل)

آقائے کون و مکان حضور سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا، دلوں میں زنگ لگ جاتا ہے جس طرح لوہے میں پانی لگنے سے زنگ لگ جاتا ہے، معروضہ کیا گیا۔ یا رسول اللہ صلعم! پھر وہ دور کس طرح ہوتا ہے فرمایا موت کو خوب یاد کرنے اور تلاوتِ قرآن مجید سے (بیہقی)

امورِ دینی سے موجودہ بے تعلقی کی نسبت ہم غور کرتے ہیں تو سلسلۂ غور و فکر ہم کو اس نتیجہ پر پہنچا دیتا ہے کہ فی الواقع ہمارے دلوں پر زنگ آ گیا ہے جس کے باعث ہم مذہب سے نا آشنا ہو چکے ہیں۔ خدا کا خوف نہیں رہا۔ آخرت کا کبھی خیال تک نہیں آتا جب دنیا اور سرورِ دنیا کی یہ مصروفیت آخرت فراموشی کی یہ کیفیت اسی زنگ آلودگی کا نتیجہ ہے تو اس کے دور کرنے کیلئے جس نسخے کا اعلان بارگاہِ حضورِ نبوت پناہ صلعم سے فرمایا گیا ہے اس سے استفادہ لابدی ضروری اور لازمی ہے۔

جب اس نسخہ سے ہمارے دلِ دُھل کر پاک صاف ہو جائیں گے تو اس مصفا آئینہ میں ہماری دنیا اور ہماری آخرت کا واقعی عکس اُتر آئیگا جس میں دین و دنیا دونوں کو سنبھالنے کے صحیح طریقہ کو ہم دیکھ دیکھ کر اختیار کر سکیں گے۔

حدیث میں ارشاد ہے لاخیر فی قرءۃ الا بتدبر (ترمذی شریف) بے سمجھے بلا غور و تامل قرآن کی تلاوت میں کوئی خیر و خوبی نہیں ہے۔ اس لئے فرمایا جو تین دن سے کم میں

قرآن ختم کرے گا وہ فیضانِ قرآن سے محروم رہیگا۔

یہ اُن ذواتِ قدسیہ سے ارشاد ہوا تھا جن کا درجہ انبیاءؑ و مرسلینؑ کے بعد سب سے ارفع و اعلیٰ ہے جن کو ہم صحابۂ کرام کہتے ہیں جن کی مادری زبان عربی اور جو قرآن کے اوّلین مخاطب تھے ان امور کو پیشِ نظر رکھنے کے بعد متذکرہ حدیث شریف کے منشا کے لحاظ سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ وہ ہم سے بہت زیادہ اہتمام اور غور و فکر کی طالب ہے۔

قرآن کریم کی تلاوت بجائے خود ایک عبادت اور اس کا بلا معنی پڑھ لینا بھی موجب ثواب ہے حتیٰ کہ اس کی طرف صرف نگاہ کرنا بھی باعثِ اجر ہے لیکن اس کو پڑھنے کے ساتھ اُس کے سمجھنے کی جس قدر شدید ضرورت ہے اس کی نسبت تاکید اکید جا بجا خود قرآن مجید اور حدیث شریف میں موجود ہے۔

یہ کس قدر لائقِ افسوس امر ہے کہ ہم لوگوں نے قرآن کو عملاً طاقِ نسیاں کا ایک گلدستہ بنا رکھا ہے یہ تو اس وقت تک مخمل اور کمخواب کے غلافوں سے باہر نہیں نکلتا جب تک کہ کوئی خاص وجہ کسی کے سوم یا چہلم کی داعی نہ ہو جائے۔ خیر اس نوبت پر بھی کچھ پڑھ لیا تو معنی و مطلب سے کوئی واسطہ ہوتا ہے نہ غور و تدبر سے کوئی تعلق۔ حالانکہ فرمانِ الٰہی پکار رہا ہے کہ اس کے نزول کی غرض محض ہماری صلاح و فلاح ہے اور اسی لئے خدائے کریم نے اُس کو آسان بھی فرمایا ہے۔ "وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ"

آج ترجموں اور تفسیروں کی کمی نہیں ہے۔ کمی ہے ہماری توجہ کی ضرورت ہے کروٹ بدلنے اور ہماری بیدار ہونیکی۔ ہمارے بزرگانِ دین و سلف صالحین قرآن کو پڑھتے تھے تو سمجھتے بھی تھے اور اس سے عملاً مستفید ہوا کرتے تھے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کے نام جو انگریزی نہیں جانتا کہیں سے کوئی تار آجاتا ہے تو وہ

اس وقت تک حیران و پریشان رہتا ہے جب تک کہ کسی انگریزی دان سے اُسے پڑھا نہ لے۔ اگر پڑھ کر سمجھانیوالے سے کسی لفظ کا مطلب حل نہ ہوسکے تو وہ اس تار کو لیا ہوا کسی دوسرے انگریزی دان کے گھر پہنچ جاتا ہے اور جب تک مضمونِ تار کی نسبت کافی اطمینان نہ ہو جائے چین سے نہیں بیٹھ سکتا یہ فکر و تردد دن ہی کی سہولتوں میں نہیں ہوتا رات کی دقتیں بھی اس کشود کار میں مانع و مزاحم نہیں ہوسکتیں ممکن نہیں کہ کوئی تار جیب میں رکھ کر میٹھی نیند سو جائے جب یہ کسی موضع یا قریہ کا واقعہ ہوتا ہے تو یہ دیکھا گیا ہے کہ اس کو لیکر لوگ اسٹیشن پر بھاگے ہوئے تین تین چار چار میل گئے کہ اس کو کسی سے پڑھوا کر مضمون اور بھیجنے والے کے پیام سے واقف ہو جائیں۔

یہ سب کیوں ہوا یا ہوتا ہے؟ اس خوف سے کہ اس میں کوئی مصیبت خیز یا آفت انگیز اطلاع نہ ہو یا کسی ایسی فائدہ کی بات نہ ہو جس کے معلوم کرنے میں دیر ہو جانے سے کوئی نقصان ہو جائے یا موزوں وقت ہاتھ سے نکل جائے۔

کیا مسلمانوں کے لئے اس کتاب مستطاب میں مصیبت یا مسرت کی کوئی چیز نہیں ہے؟ ان کے مستقبل یا ان کی آخرت کی صلاح و فلاح سے متعلق کوئی اطلاع کوئی خبر کوئی تاکید کوئی نصیحت و موعظت اس میں درج نہیں ہے: پھر قرآن مجید نے یہ کیا فرمادیا' لَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَیْکُمْ کِتَابًا فِیْہِ ذِکْرُکُمْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ ہم نے تمہارے لئے (یہ) ایک کتاب نازل کی ہے جس میں تمہارا ذکر تذکرہ ہے پھر تم اس کو سمجھتے نہیں ہو؟

پھر یہ کیا ہے کہ ہم مسلمانوں کی نظروں میں پروردگار عالم کے اس فرمانِ ذی شان کی (خاکم بدہن) اتنی وقعت بھی نہیں رہی جتنی کہ ایک تار کی جب ہم مسلمانوں کے دین اور ہماری دنیا دونوں کا یہ واحد قانون ہے تو اس سے یہ بے تعلقی کیسی۔ جب غیر زبان میں کسی تار کے وصول ہونے پر اس کو رکھ نہیں دیا جاتا تو پھر خدا کے اس فرمانِ ذی شان کو جس میں ہمارا بھلا برا مرنا جینا

سب کچھ درج ہے ایک دو دن نہیں، مہینوں برسوں، بلکہ مدت العمر طاق نسیاں کا ایک گلدستہ بنا کر اس کو یونہی بے پڑھے کیوں چھوڑ دیا جاتا ہے؟ کیا ہماری اس بے پروائی کا (معاذ اللہ) یہی سبب ہے کہ ہمارے ذہن و خیال میں آخرت کا ذکر کی اطلاعات سے یہ بھرا ہوا ہے) وجود فرضی یا خیالی ہے؟ کیا ان مذکورہ امور سے کبھی ہمارا سابقہ پڑنے والا نہیں ہے؟ اگر خدا کا یہ فرمان مسلمانان ہند کیلئے غیر زبان میں ہے تو اس کے ترجمے کیا موجود نہیں ہیں؟ اگر وہ صاف طور پر ذہن نشین نہیں ہوتے یا ان کے بامحاورہ ہونے کے بعد بھی بعض یا اکثر مقامات کے سمجھنے میں ہمارا ذہن نارسا اور ادراک قاصر نظر آتا ہے تو کیا اس کلام پاک کی تفسیریں موجود نہیں ہیں جب یہ سہولتیں موجود ہیں تو ہم دن بھر میں اس سے کس قدر واقف ہونے کی کوشش کرتے ہیں؟ چوبیس گھنٹوں کی فرصت میں سے اس کے واسطے کس قدر وقت کو وقف کیا ہے۔ کم از کم عمر بھر میں ایک دفعہ اس کو ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ کبھی پڑھ کر بھی دیکھا کہ خدا کے اس فرمان میں کیا کیا لکھا ہوا ہے اور آئندہ کس قدر ذمہ داریاں ہم پر عائد ہونے والی ہیں۔

کیا اس کی قدردانی اس حد میں محدود ہو چکی ہے کہ اس کو مخمل و کمخواب کے جزدانوں میں لپیٹ لپیٹ کر رکھ چھوڑیں اور بے خبری کی یہ انتہا ہو کہ ان جزدانوں پر گرد و غبار کی تہیں جم جائیں۔ بالآخر پھر اس دن ان جزدانوں سے باہر نکلے جس دن کسی کیلئے ایصال ثواب کی مجبوری پیش آ جائے۔ یا ام الصبیان میں کسی بچے کو ہوا دینے کی ضرورت داعی ہو۔ یا کسی کے عالم نزع میں یٰسین خوانی ناگزیر ہو جائے۔ یا کسی کی بتائی ہوئی آیت کو تلاش کر کے تعویذ لکھنا ضروری ہو۔ یا بدقسمتی سے کسی بات یا جھگڑے پر حلف قرآن (قسم) کی آ ٹھیرے۔ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ۔ فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ ۔

سید الاولیا حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں اگلے لوگ یہ باور کرتے تھے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا ایک خط فرمان ہے جو انسانوں کے نام آیا ہے۔ اس لئے راتوں کو وہ اسے پڑھتے تھے تو اس پر غور و تامل کر کے صبح میں اس کے مطابق عمل بھی شروع کر دیتے تھے۔ مگر تم لوگوں نے تو صرف

اس کا پڑھنا اختیار کر لیا ہے اس کے زیر و زبر کو تو درست کر لیتے ہو مگر اس کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی نہیں سوجھتی۔ یاد رکھو پڑھنا سمجھنے اور واقف ہونے کے لئے ہے اور واقف ہونا عمل کرنے کے لئے پھر جو لوگ پڑھتے اور سنتے تو ہیں مگر اس کو سمجھنے اور غور نہیں کرتے۔ عمل کے لئے تیار نہیں ہوتے اُن کی مثال ایسی ہے کہ کسی غلام کے نام اس کے مالک کا فرمان آئے۔ اس میں تعمیلی احکام موجود ہوں۔ غلام اس فرمان کو لے اور بیٹھ کر خوش الحانی سے اس کے حروف کو صحیح تلفظ کے ساتھ ادا کرے لب و لہجہ کو تو درست کرتا جائے مگر اس فرمان کی غرض و غایت کو خیال میں نہ لائے اس فرمان کی تعمیل پر آمادہ نہ ہو جائے۔ ان اُمور کو چھوڑ کر اس فرمان کو کسی ریشمی یا مخمل یا کمخواب کے غلاف میں لپیٹے۔ خوشبو دے۔ اس پر عطر مل کر یا مشک و زعفران میں بسا کر کسی بلند سجے ہوئے آراستہ و پیراستہ مقام پر رکھ دے۔ تو مالک ایسے غلام کا کیا حال کر دے گا۔ باوجود اس قدر دانی کے بالالتزام عدم تعمیل احکام وہ غلام مستحق سزا ہے یا نہیں؟

جب ہمارا یہ رنگ ہی تو زنگ جو دلوں پر آگیا ہے کس طرح دُھلے؟ اور حالت کس طرح سنبھلے؟؟

فتامل ا و تبصر!! و تدبر!!!

ہاتف کی صدا

تعبیر اپنے خوابِ پریشاں کی یہ ملی — ہاتف نے دی صدا کہ بس ایمان چاہیے
مُسلم کے درد کا نہیں اس کے سوا علاج — دونوں جہاں کے واسطے قرآن چاہیے

"مُصلح"